قادیانیوں کا کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ میں مسلمانوں کے خلاف مقدمہ

تحریر: جسٹس حضرت مولانا محمد تقی عثمانی (جج وفاقی شرعی عدالت پاکستان)

رمضان المبارک کے آغاز کی بات ہے کہ جنوبی افریقہ کے شہر جوہانسبرگ سے مجھے اپنے دوست ابوبکر دراچھیا کا ایک تار موصول ہوا۔ اس تار میں کہا گیا تھا کہ کیپ ٹاؤن کی سپریم کورٹ میں قادیانیوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک درخواست دائر کر کے عبوری حکم امتناعی حاصل کر لیا ہے۔ اس مقدمے میں مسلمانوں کی طرف سے جوابی کارروائی میں مدد دینے کے لیے آپ کی فوری حاضری ضروری ہے۔ تار میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ حکم امتناعی کی توثیق کے لیے ۱۶ اگست کی تاریخ مقرر ہوئی ہے۔ چونکہ پاکستان سے فون یا ٹیلیکس کے ذریعہ جنوبی افریقہ سے رابطہ قائم کرنا ممکن نہیں، اس لیے میں نے تار ہی کے ذریعہ جواب دیا اور مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر آنے کا وعدہ کر لیا۔ کچھ عرصے کے بعد ایک اور ٹیلی گرام سے معلوم ہوا کہ اب حکم امتناعی کی توثیق کی تاریخ بڑھ گئی ہے۔ نیز یہ کہ کیپ ٹاؤن اور جوہنسبرگ کے احباب نے فون پر بارہا مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی، لیکن مجھ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ اس دوسرے تار کے جواب میں احقر نے اپنے پاسپورٹ وغیرہ کی تفصیلات جنوبی افریقہ روانہ کر دیں تاکہ وہاں ویزے کے لیے کوشش کی جا سکے۔

حکم امتناعی کی توثیق کے لیے نئی تاریخ ۹ ستمبر مقرر کی گئی تھی۔ اس دوران معلوم ہوا کہ کیپ ٹاؤن کے بعض مسلمانوں نے حکومت پاکستان، رابطہ عالم اسلامی اور بعض

دوسرے حضرات سے بھی اس مقدمے میں مدد کی درخواست کی ہے۔ مسئلے کی اہمیت ہر مسلمان کے لیے مسلم تھی' اس لیے جس شخص سے اس بارے میں مدد کی فرمائش کی گئی' وہ فوراً جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ جنوبی افریقہ سے سفارتی تعلقات نہ ہونے کے سبب ویزا وہیں سے آ سکتا تھا اور ۴ ستمبر تک کسی ایک شخص کا بھی ویزا موصول نہیں ہوا تھا۔ تاریخ کے قریب آنے کی وجہ سے اب پاکستان میں مزید انتظار ممکن نہ تھا اس لیے طے یہ ہوا کہ یہاں سے روانہ ہو کر نیروبی پہنچ جائیں اور وہاں سے فون پر رابطہ قائم کر کے ویزا حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ ۸ افراد کا ایک قافلہ سفر کے لیے تیار ہو گیا۔ ان میں سے احقر بھی دعوت کی بنیاد پر جا رہا تھا۔ ادھر مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے مولانا عبدالرحیم اشعر' مولانا مفتی زین العابدین' حاجی غیاث محمد صاحب سابق اٹارنی جنرل پاکستان اور ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ بھی جانے کے لیے تیار تھے۔ جبکہ رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے مولانا ظفر احمد انصاری اور (ریٹائرڈ) جسٹس محمد افضل چیمہ صاحب کو نامزد کیا گیا۔ مولانا ظفر احمد صاحب انصاری نے سفر میں اپنی مدد کے لیے جناب عبدالمجید صاحب کو بھی ساتھ لے لیا تھا۔

اس طرح ۵ ستمبر کی شام کو سات بجے نو افراد کا یہ قافلہ پی آئی اے کے طیارے سے نیروبی روانہ ہوا اور راستے میں دوبئی رکتا ہوا مقامی وقت کے مطابق رات کے ایک بجے نیروبی پہنچا۔ یہاں کینیا میں پاکستانی سفیر بریگیڈیئر اشرف صاحب اپنے عملہ کے ساتھ استقبال کے لیے موجود تھے۔ رات کو ہوٹل ہلٹن میں قیام ہوا اور اگلا سارا دن جنوبی افریقہ سے فون پر رابطہ قائم کر کے ویزا کے حصول کی کوشش میں صرف ہوا۔ بالآخر شام چار بجے جوہانسبرگ سے ابوبکر دراچھیا صاحب نے فون پر اطلاع دی کہ ویزا کا انتظام ہو گیا ہے اور انشاء اللہ تمام حضرات کو جوہانسبرگ کے ایئرپورٹ پر ویزا مل جائے گا۔

چنانچہ منگل ۷ ستمبر کی صبح کو نو بجے کے ایل ایم کے طیارے کے ذریعہ ہم نیروبی سے روانہ ہوئے اور تقریباً چار گھنٹے کی پرواز کے بعد مقامی وقت کے مطابق ساڑھے بارہ بجے دوپہر جوہانسبرگ کے جان اسمٹس ایئرپورٹ پر اترے۔ یہاں احباب کا ایک بڑا مجمع استقبال کے لیے موجود تھا۔ طے یہ ہوا کہ آج کا دن جوہانسبرگ ہی میں ٹھہر کر مقدمے کی تفصیلات معلوم کی جائیں۔ واٹر فال کے مدرسے کے مہتمم مولانا ابراہیم میاں صاحب نے سب

حضرات کے قیام کا انتظام اپنے مدرسہ میں کیا۔ انتہائی مستعدی کے ساتھ مقدمے کے کاغذات کی کاپیاں ہم سب کو فراہم کیں اور عصر کے بعد کچھ مقامی وکلاء کو جمع کرلیا تاکہ وہ اس ملک کے عدالتی طریق کار کے بارے میں ہمیں ضروری معلومات فراہم کرسکیں۔

جنوبی افریقہ کا عدالتی طریق کار ہمارے ملک کے طریق کار سے قدرے مختلف ہے۔ یہاں مدعی مدعا علیہ پر اصل مقدمہ دائر کرنے سے پہلے ہی اپنی شکایت کو مختصرا بصورت درخواست عدالت کے سامنے پیش کرکے کوئی عبوری حکم حاصل کرسکتا ہے۔ اس غرض کے لیے اسے ایک بیان حلفی داخل کرنا پڑتا ہے جس میں وہ مختصرا اپنی شکایت بیان کر کے...... اپنے اس ارادے کا اظہار کرتا ہے کہ میں اس شکایت کی بنیاد پر مدعا علیہ کے خلاف مقدمہ دائر کرنے والا ہوں۔ چونکہ مقدمے کی کارروائی میں دیر لگنے کا امکان ہے اس لیے مجھے اس مدت کے لیے عبوری حکم مطلوب ہے۔ اگر عدالت سمجھے کہ بادی النظر میں مقدمے کی کوئی بنیاد ہے تو وہ فریق ثانی کا موقف سنے بغیر یک طرفہ طور پر بھی عبوری حکم امتناعی جاری کرسکتی ہے لیکن اس کے بعد فریق ثانی سے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنا موقف ظاہر کرنے کے لیے بیان حلفی داخل کرے۔ پھر ایک متعین تاریخ پر دونوں فریقوں کے دلائل سن کر یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ اس یک طرفہ حکم امتناعی کو ختم کیا جائے یا اس کی توثیق کی جائے۔ حکم امتناعی کی توثیق یا عدم توثیق کا فیصلہ ہونے کے بعد مدعی کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ ایک معین مدت تک اپنا اصل کیس دائر کرے' جسے یہاں کی اصطلاح میں Main Action کہتے ہیں۔ اس ایکشن کی صورت میں فریقین کے گواہان کی پیشی اور مقدمے کی تفصیلی کارروائی کے بعد مقدمے کا فیصلہ ہوتا ہے جس میں بعض اوقات کئی کئی سال لگ جاتے ہیں۔

کیپ ٹاؤن میں مسلمانوں کی تعداد تقریبا چھبیس ہزار ہے اور مرزائیوں کی تعداد دو سو سے بھی کم۔ یہاں مرزائیوں نے "احمدیہ انجمن لاہور" کی ایک شاخ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام سے قائم کی ہے۔ اواخر شعبان میں اس انجمن نے کیپ ٹاؤن کے پانچ دینی رہنماؤں کے خلاف درخواست دی کہ وہ ہمارے ارکان کو غیر مسلم قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ وہ ہم کو نہ تو مسجدوں میں عبادت کرنے دیتے ہیں' نہ مسلمانوں کے قبرستان

میں دفن ہونے کی اجازت دیتے ہیں۔ اور ہم چونکہ اس سلسلے میں مدعا علیہم کے خلاف مفصل مقدمہ دائر کرنے والے ہیں، جس کا فیصلہ ہونے میں کافی دیر لگ سکتی ہے۔ اس لیے مدعا علیہم کے خلاف اصل مقدمے کے فیصلے تک عبوری حکم امتناعی جاری کیا جائے۔ اس وقت کے جج نے اپنے قواعد کے مطابق ان کو یک طرفہ طور پر حکم امتناعی دے دیا۔ شروع میں اس حکم امتناعی کی توثیق کے لیے ۶ اگست کی تاریخ مقرر ہوئی۔ بعد میں اسے بڑھا کر ۹ ستمبر کر دیا گیا۔

اس دوران پانچوں مدعا علیہم کی طرف سے مفصل حلفی بیانات تیار کیے گئے اور ماہرین کے طور پر واٹرفال کے حضرت مولانا مفتی ابراہیم سنجالوی اور ڈربن کے ڈاکٹر حبیب الحق ندوی نے بھی حلفی بیانات داخل کیے۔

ان حلفی بیانات میں مرزائیت کی تاریخ، مرزا غلام احمد قادیانی کی حقیقت، اس کے درجہ بدرجہ دعووں اور عقیدہ ختم نبوت کی تشریح کی گئی تھی۔ نیز یہ واضح کیا گیا تھا کہ مرزائیوں نے خواہ وہ قادیانی گروپ سے تعلق رکھتے ہوں یا لاہوری گروپ سے، کس طرح عقیدہ ختم نبوت کی کھلم کھلا مخالفت کر کے اپنے آپ کو ملت اسلامیہ سے الگ کر لیا ہے اور دنیائے اسلام نے کس طرح یک زباں ہو کر انہیں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

جنوبی افریقہ میں رہتے ہوئے مرزائیت کے بارے میں جو بنیادی معلومات جمع کی جا سکتی تھیں، ان بیانات حلفی میں وہ بڑی حد تک بیان کر دی گئی تھیں۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے موقع پر مسلمانوں کی طرف سے جو بیان حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب رحمتہ اللہ علیہ امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان و مجلس عمل کے ارشاد پر احقر اور مولانا سمیع الحق صاحب نے بہ تعاون مجلس تحفظ ختم نبوت مرتب کیا تھا اور جو ملت اسلامیہ کا موقف کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ (جسے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے شائع کیا ہے)

اس کا انگریزی ترجمہ احقر کے بڑے بھائی جناب محمد ولی رازی صاحب نے کیا ہے اور وہ مکتبہ دار العلوم سے--- Quadianism On Trial کے نام سے شائع ہوا ہے۔ دو سال پہلے دورۂ افریقہ کے دوران یہ کتاب میں اپنے بعض احباب کو دے کر آیا تھا۔ ان بیانات حلفی کی ترتیب میں اس کتاب سے بھی کافی مدد ملی۔

البتہ مقدمے کی تفصیلات اور یہاں کے عدالتی طریق کار کے پیش نظر یہ بات واضح تھی کہ فی الوقت سب سے اہم مسئلہ اس حکم امتناعی کا انخلا ہے جو تین ماہ پیشتر عدالت نے جاری کیا تھا اور جس کی رو سے مسلمانوں پر یہ پابندی عائد ہو گئی تھی کہ وہ مقدمے کے دوران مرزائیوں کو مسجدوں میں نماز پڑھنے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے سے نہیں روک سکتے۔ اس حکم امتناعی کے خلاف جو قانونی نکات اٹھانے ضروری تھے' ان کا ان بیانات حلفی میں ذکر نہیں کیا تھا۔

چنانچہ باہمی مشورے سے جو نکات ذہن میں آئے' وفد کے معزز رکن جناب حاجی غیاث محمد صاحب سابق اٹارنی جنرل پاکستان نے ان کو قلمبند کر کے ٹائپ کرا لیا۔

صبح آٹھ بجے ہم لوگ جوہانسبرگ سے بذریعہ طیارہ کیپ ٹاؤن کے لیے روانہ ہوئے اور تقریباً دس بجے کیپ ٹاؤن پہنچ گئے۔

ایئرپورٹ پر کیپ ٹاؤن کے علماء و مشائخ' مسلمان جماعتوں کے ذمہ دار حضرات اور عام مسلمانوں کی بڑی تعداد استقبال کے لیے موجود تھی۔

یہاں پہنچ کر مسلمانوں کے وکیل مسٹر اسماعیل محمد ایڈووکیٹ سے تفصیلی ملاقات ہوئی۔ جوہانسبرگ سے یہاں تک ہر شخص ان کی قانونی قابلیت' وکالت میں مہارت اور ذہانت و ذکاوت کے بارے میں رطب اللسان تھا۔ ملاقات کے دوران ہم نے واقعتاً انہیں ایسا ہی پایا۔ اور یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ اس مقدمے سے ان کی دلچسپی صرف پیشہ ورانہ فرائض کی حد تک محدود نہیں' بلکہ وہ ذاتی جذبے اور اپنے ضمیر کی آواز کے تحت اس مقدمے کی پیروی کر رہے ہیں۔

وفد کی طرف سے جو نکات مرتب کیے گئے تھے' جسٹس محمد افضل چیمہ صاحب اور حاجی غیاث محمد صاحب نے اسماعیل محمد صاحب سے ان کی وضاحت بیان کی۔ ان تمام نکات کو انہوں نے دلچسپی اور جذبہ تشکر کے ساتھ سنا اور اپنی مبحث میں ان سے نہ صرف پورا فائدہ اٹھایا بلکہ اپنے زور بیان اور موثر انداز تخاطب سے انہیں چار چاند لگا دیے۔

۹ ستمبر کی صبح ساڑھے نو بجے کے قریب مقدمے کی کارروائی شروع ہونا تھی لیکن نو بجے سے ہی کمرۂ عدالت کھچا کھچ بھر چکا تھا۔ یہاں تک کہ سامعین کی کثرت کی بناء پر کمرۂ عدالت تبدیل کرنا پڑا اور ایک بڑے کمرے میں مقدمہ منتقل کیا گیا۔ جگہ بھی کشادہ تھی اور

اوپر سامعین کے لیے ایک وسیع گیلری بھی موجود تھی لیکن مقدمہ کا آغاز ہوتے ہوتے یہ کمرۂ عدالت اور گیلری بھی دونوں پوری طرح بھر گئے اور کہیں کھڑے ہونے کی بھی جگہ نہ رہی۔ اس مقدمے سے مسلمانوں کی دلچسپی کا عالم یہ تھا کہ دو دن تک صبح دس بجے سے شام ساڑھے چار بجے تک کارروائی جاری رہی۔ اور بیسیوں افراد بیٹھنے کی جگہ نہ ہونے کے باوجود پورے عرصے کھڑے رہ کر کارروائی سنتے رہے۔ حد یہ ہے کہ گیلری میں مسلمان خواتین بچوں کو گود میں لیے انتہائی صبر و استقلال کے ساتھ بیٹھی رہیں۔

جج ایک عیسائی عورت تھی۔ مرزائیوں کی طرف سے دو یہودی وکیل پیروی کر رہے تھے اور نوجوان مرزائی وکیل ان کی مدد کر رہا تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے اصل وکیل اسماعیل محمد ایڈووکیٹ تھے۔ پہلے دن مرزائیوں کے یہودی وکیل مسٹر رینگ کو حکم امتناعی کی توثیق کے لیے دلائل پیش کرنے تھے۔ لیکن اپنے دلائل پیش کرنے سے پہلے اس نے کھڑے ہو کر یہ درخواست پیش کی کہ اس مقدمہ میں درخواست انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ اب ایک شخص مسٹر پیک کو اس درخواست کے شریک کی حیثیت میں مقدمے کا فریق بنایا جائے۔

اس درخواست کا منشاء دراصل اپنے مقدمے کی ایک قانونی کمزوری کو دور کرنا تھا۔ بات دراصل یہ تھی کہ اصل درخواست چونکہ ایک انجمن کی طرف سے پیش ہوئی تھی جو صرف ایک شخصی قانون (Legal Person) کی حیثیت رکھتی تھی اور انسان نہیں تھی، اس لیے وہ نہ بحیثیت انجمن ہتک عزت کی دعوے دار بن سکتی تھی اور نہ قبرستان میں دفن ہونے اور مسجد میں داخلے کا مطالبہ کر سکتی تھی۔ چنانچہ مسلمانوں کی طرف سے اس درخواست کے خلاف ایک قانونی نکتہ یہ بھی پیش ہونے والا تھا۔

اس ممکنہ قانونی اعتراض کو دور کرنے کے لیے مرزائیوں کی طرف سے یہ درخواست پیش کی گئی تھی تاکہ مسٹر پیک ایک حقیقی شخص کی حیثیت میں مذکورہ درخواست کا حق دار قرار پا سکے۔ اور اگر انجمن کی درخواست مسترد ہو تو کم از کم مسٹر پیک کی درخواست باقی رہ جائے۔

جج نے اس موقع پر مسلمانوں کے وکیل سے پوچھا کہ اس درخواست کے بارے میں آپ کا موقف کیا ہے؟ مسلمانوں کے وکیل نے کہا کہ مقدمے کے اس مرحلے پر درخواست

ہمارے نزدیک سخت قابل اعتراض ہے اس لیے کہ اب تک کی ساری کارروائی انجمن کی درخواست کی بنیاد پر ہوئی ہے اور اس کی جواب دہی کے لیے تیاری کی گئی ہے۔ لہٰذا اس نئے شخص کو اس مرحلے پر فریق بنانا ہمارے لیے انصاف کے خلاف ہوگا۔ جج نے اس مرحلے پر درخواست کو مسترد کرکے مرزائیوں کے وکیل مسٹر ینگ کو دلائل پیش کرنے کے لیے کہا۔

جمعرات ۹ ستمبر کا سارا دن مرزائیوں کے وکیل مسٹر ینگ ہی کی بحث میں گزر گیا۔ وہ بار بار ایک ہی بات دہراتا کہ مرزائی چونکہ مسلمان ہیں اور توحید' رسالت اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اس لیے کسی شخص کو حق نہیں پہنچتا کہ ان کو کافر قرار دے یا ان کو مسجدوں میں داخل ہونے یا قبرستان میں دفن ہونے سے روک سکے۔ جج نے اسے بار بار ٹوکا کہ اس وقت میرے لیے یہ فیصلہ کرنا ناممکن ہے اور نہ یہ میرے فرائض منصبی میں داخل ہے کہ مرزائی مسلمان ہیں یا غیر مسلم؟ اس وقت تو اصل سوال یہ ہے کہ آپ حکم امتناعی کے حق دار ہیں یا نہیں؟ جب خود آپ کے اعتراف کے مطابق سالہا سال سے مسلمان آپ کو غیر مسلم سمجھتے آرہے ہیں اور خود آپ کے اعتراف کے مطابق سالہا سال سے آپ کا کوئی فرد مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہوا تو آج وہ کون سی ہنگامی ضرورت پیش آگئی ہے جس کی بناء پر اچانک آپ نے حکم امتناعی حاصل کرنے کی درخواست دے دی ہے۔

مسٹر ینگ اپنی طویل تقریر کے باوجود اس سوال کا کوئی معقول جواب نہ دے سکا۔ البتہ ایک مرحلے پر اس نے کہا کہ حکم امتناعی کے لیے ہماری ہنگامی ضرورت یہ ہے کہ اگر کیپ ٹاؤن کے علماء و مشائخ کو ہمیں کافر کہنے سے نہ روکا گیا تو ہمارے گھر برباد ہو جائیں گے اور احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان تمام نکاح کے رشتے ٹوٹ جائیں گے۔

اس پر جج نے کہا "لیکن ریکارڈ پر ایسا کوئی واقعہ موجود نہیں ہے جس سے کسی احمدی کا غیر احمدی سے نکاح کرنا ثابت ہو"۔

ینگ نے جواب میں کہا "جناب اس بات کے ریکارڈ پر ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ کو اس بات کا جوڈیشل نوٹس لینا چاہیے کہ مسلمان مسلمان سے نکاح کرتا ہے اور احمدی چونکہ مسلمان ہیں اس لیے ان کے آپس میں ضرور نکاح ہوئے ہوں گے" اس پر جج نے برجستہ کہا آپ چاہتے ہیں کہ اس طرح میں آپ کے مسلمان ہونے کا پہلے ہی فیصلہ کر

دوں؟ اور پھر مسلمانوں کے ساتھ آپ کے نکاح کا جوڈیشل نوٹس لوں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میرا جوڈیشل نوٹس تو یہ ہے کہ مسلمان مسلمان سے نکاح کرتا ہے اور احمدی احمدی سے نکاح کرتا ہے۔

غرض اس طرح کی دلچسپ نوک جھونک دن بھر جاری رہی اور شام کو پونے چار بجے کے قریب جب عدالت کا وقت ختم ہونے میں صرف پندرہ منٹ باقی تھے۔ جج نے مسلمانوں کے وکیل اسماعیل محمد صاحب کو دلائل پیش کرنے کی دعوت دی۔ وقت چونکہ مختصر تھا اس لیے انہوں نے تفصیلی دلائل شروع کرنے سے پہلے باقی ماندہ پندرہ منٹ میں اپنے نکات کا نمبروار خلاصہ بڑے موثر انداز میں بیان کر دیا۔ اور ساتھ ہی اپنے دلائل ایک مفصل تحریر کی شکل میں جج کے حوالے کر دیے اور کہا کہ ان نکات پر مفصل بحث میں کل کروں گا۔ اس پر اس دن عدالت کا اجلاس برخاست ہو گیا۔

اگلے دن اسماعیل محمد صاحب کو اپنے دلائل کا آغاز کرنا تھا لیکن اس سے پہلے مسٹر ینگ نے کھڑے ہو کر دوبارہ اپنی وہی درخواست نظر ثانی کے لیے پیش کی کہ اس مقدمے میں مسٹر ینگ کو فریق بنایا جائے اور یہ درخواست انجمن اشاعت اسلام کے علاوہ مسٹر پیک کی طرف سے بھی سمجھی جائے۔

جج نے اس درخواست پر غور کو ملتوی کر کے اسماعیل محمد صاحب کو کہا کہ وہ اپنے دلائل شروع کریں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تقریر شروع کی اور تمام متعلقہ نکات کو بڑی خوبصورتی، حسن ترتیب اور زور بیان کے ساتھ اپنی تقریر میں سمو دیا۔

یہاں اسماعیل محمد صاحب کی پوری تقریر اور اس کے تمام دلائل و نکات کو نقل کرنا ممکن نہیں۔ البتہ اس کے تین اہم نکات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

ان کا پہلا نکتہ یہ تھا کہ متعدد قانونی نظائر کی روشنی میں درخواست گزار کو حکم امتناعی کا استحقاق صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے جب بادی النظری طور پر مقدمہ اس کے حق میں ہو اور اس کا کیس سنگین شکوک و اعتراضات سے خالی ہو۔ اس کے برعکس یہاں درخواست گزار کا کیس بادی النظر میں ہی غلط اور سنگین اعتراف سے لبریز ہے۔ بیانات حلفی سے ظاہر ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے مبلغین کو دائرہ اسلام سے خارج اور کافر قرار دیتے ہیں۔ اسی بنیاد پر پاکستان میں جہاں مرزائیت کا ہیڈ

کوارٹر قائم ہے' قومی اسمبلی اور سینٹ نے ان لوگوں کو صفائی کا پورا موقع دینے اور ضروری تحقیق کے بعد متفقہ طور پر انہیں غیر مسلم قرار دیا اور اس کے مطابق دستور پاکستان میں ترمیم کی۔ اسی بنیاد پر دنیا بھر کے مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم رابطہ عالم اسلامی نے پورے عالم اسلام کی ۱۴۰ سے زائد سربر آوردہ تنظیموں کے ایک مشترکہ اجلاس میں مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین کو بیک آواز غیر مسلم قرار دیا اور جنوبی افریقہ کے تمام مسلمان انہیں ہمیشہ غیر مسلم قرار دیتے اور ان کے ساتھ غیر مسلموں کا معاملہ کرتے آئے ہیں جس کا اعتراف خود درخواست گزار کے بیان حلفی میں موجود ہے۔

مسلمانوں کے بیانات حلفی میں مرزا صاحب کی کتابوں کے مفصل اقتباسات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ انہوں نے نہ صرف اپنے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ اپنے آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام سے تمام شان میں بڑھ کر بتایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی اور اپنے آپ کو (معاذاللہ) نبی کریم ﷺ کا بروز ثانی اور آپ کا ہمسر و مظہر اتم بتایا اور پھر انہی بیانات حلفی میں قرآن و حدیث اور ماہرین اسلامی علوم کے واضح حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم میں کسی بھی قسم کی نبوت کا دعویدار کبھی مسلمان نہیں ہو سکتا۔

اس کے برعکس مرزائیوں کے بیان حلفی میں نہ ان کے مسلمان ہونے کی کوئی دلیل بیان کی گئی ہے' نہ اسلامیات کے کسی ماہر کا کوئی بیان ان کی حمایت میں پیش کیا گیا ہے۔ اس لیے بادی النظری طور پر مقدمہ ہرگز ان کے حق میں نہیں ہو سکتا۔

اس کے علاوہ درخواست گزار نے اپنے بیان میں اعتراف کیا ہے کہ وہ "احمدیہ انجمن لاہور" کی ایک شاخ ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ "احمدیہ انجمن لاہور" کے ارکان کو پاکستان کے دستور نے غیر مسلم قرار دے دیا ہے۔ لٰہذا اس کے ارکان مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے کا حق نہیں رکھتے اور لاہور کی انجمن نے اپنی اس پوزیشن کو کبھی وہاں کی کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا۔ اب اسی انجمن کی ایک ذیلی شاخ اپنی اصل انجمن کے بالکل برخلاف پوزیشن کا کیونکر دعویٰ کر سکتی ہے؟ اس لحاظ سے بھی بادی النظر طور پر مقدمہ اس کے حق میں نہیں بلکہ اس کے خلاف ہے۔

دوسرا نکتہ یہ تھا کہ حکم امتناعی کا فیصلہ کرنے کے لیے عدالت کو یہ بھی دیکھنا پڑتا ہے کہ

توازن سہولت (Balance Of Convenience) کس فریق کے حق میں ہے؟ یعنی حکم امتناعی جاری کرنے سے مدعا علیہ کے جیتنے کی صورت میں مدعی کا؟ یہاں صورت حال یہ ہے کہ کیپ ٹاؤن میں مسلمانوں کی تعداد چھبیس ہزار ہے جبکہ مرزائیوں کی تعداد ڈیڑھ دو سو سے زائد نہیں۔ اب اگر ان چھبیس ہزار مسلمانوں کو حکم امتناعی کی ذریعے اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ مرزائیوں کو غیر مسلم سمجھنے کے باوجود اپنی مسجدوں میں عبادت اور اپنے قبرستان میں تدفین کی اجازت دیں تو جب تک اصل مقدمے کا تصفیہ نہ ہو' انہیں اپنے عقیدے' اپنے ضمیر اور اپنے دین کے احکام کے برخلاف ایسے کام پر مجبور ہونا پڑے گا جس سے وہ شدید نفرت کرتے ہیں اور اس سے ان کے مذہبی جذبات کو جو زبردست ٹھیس لگے گی' مقدمہ جیت جانے کے بعد اس کی تلافی کا کوئی راستہ نہیں۔ اس کے برعکس اگر حکم امتناعی جاری نہ کیا جائے تو اس سے مرزائیوں کا کوئی ناقابل تلافی نقصان نہیں ہوگا۔ مرزائیوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ چودہ سال سے ان کا کوئی مردہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہوا۔ اب اگر مقدمے کے فیصلے تک دو تین سال مزید یہی صورت حال برقرار رہے تو اس سے کوئی ناقابل تلافی نقصان لازم نہیں آتا۔ اس لیے "توازن سہولت" کا اصول بھی واضح طور پر مسلمانوں کے حق میں اور مرزائیوں کے خلاف ہے۔

تیسرا نکتہ وہی تھا کہ زیر بحث مقدمے میں درخواست کسی انسان نے نہیں بلکہ ایک انجمن نے پیش کی ہے۔ یہ انجمن نہ مسجد میں داخل ہو سکتی ہے' نہ قبرستان میں تدفین کی اہل ہے۔ اس لیے انجمن کی یہ درخواست ہر لحاظ سے ناقابل سماعت ہے۔ اس موقع پر اسماعیل محمد نے از راہ تفنن یہ بھی کہا کہ "اگر یہ انجمن زمین میں دفن ہو سکتی تو ہم بہت خوش ہوتے لیکن کیا کریں کہ قبرستان میں دفن ہونے کے لیے انسان ہونا ضروری ہے" اور ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا کہ مرزائیوں کے وکیل مسٹر ینگ اپنے مقدمے کی کمزوری سے پوری طرح واقف ہیں اور کل اور آج جو انہوں نے مسٹر پیک کو فریق بنانے کی درخواست دی ہے وہ ان کی طرف سے واضح اور واشگاف الفاظ میں اپنی شکست کا اعتراف ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ انجمن کی طرف سے یہ درخواست قانونی اعتبار سے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس لیے اپنے مقدمے کو بالکل آخر وقت میں تباہی سے بچانے کے لیے وہ مسٹر پیک کو فریق بنانا چاہتے ہیں لیکن اگر اس آخری مرحلے پر ان کی اس درخواست کو منظور کیا گیا تو یہ ہمارے

ساتھ شدید ناانصافی ہوگی۔ ہمارے تمام بیانات انجمن کے دعوے کے جواب میں مرتب کیے گئے ہیں۔ اگر ابتداء میں دعویٰ مسٹر پیک کی طرف سے ہوتا تو ہمارے جوابی بیانات حلفی میں اس بات کا لحاظ رکھا جاتا۔ اس لیے گیارہ بج کر انسٹھ منٹ پر فریق بنانے کی یہ درخواست کسی بھی لحاظ سے منظور ہونے کے لائق نہیں۔

دوپہر کے بارہ بج رہے تھے اور جمعہ کا وقت ہوا چاہتا تھا۔ جج نے اس موقع پر فریق بنانے کی درخواست کو مسترد کر کے عدالت کو دو بجے تک کے لیے برخاست کر دیا۔

جمعہ کے بعد دو بجے اجلاس دوبارہ شروع ہوا تو مرزائیوں کے دوسرے وکیل نے اسماعیل محمد کے جواب میں بحث شروع کی اور تقریباً وہی باتیں دہرائیں جو مسٹر ینگ کہہ چکے تھے۔ یہاں تک کہ شام چار بجے جب عدالت کا وقت ختم ہونے لگا تو جج نے فیصلے کے دلائل کو موخر کر کے اپنا مختصر حکم سنا دیا کہ عدالت کی طرف سے جو حکم امتناعی جاری کیا گیا تھا، وہ واپس لیا جاتا ہے اور مقدمہ کا خرچ بھی درخواست گزار (یعنی مرزائی انجمن) کو دینا ہوگا۔ البتہ اخراجات کا تعین بعد میں کیا جائے گا۔

اس فیصلے کے اعلان کے بعد کمرۂ عدالت کا منظر قابل دید تھا۔ تمام مسلمان آپس میں گلے مل مل کر ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے۔ اسمٰعیل محمد کی درخواست پر کیپ ٹاؤن کے شیخ نظیم نے دعا کرائی اور اس طرح یہ مرحلہ بحمد اللہ بخیر و خوبی انجام کو پہنچا۔

اب صورت حال یہ ہے کہ اس فیصلے کے بعد اکیس دن تک مرزائی صاحبان کو یہ حق ہے کہ وہ اپنا اصل مقدمہ دائر کریں۔ اس مدت کے دوران اگر انہوں نے مقدمہ دائر نہ کیا تو بات بالکل ختم ہو گئی لیکن اگر انہوں نے اس مدت میں اصل مقدمہ دائر کر دیا تو بظاہر یہ کیس طول کھینچے گا۔ اس میں ماہرین کی گواہیوں کی بھی ضرورت پڑے گی اور اس کے فیصلے میں دو تین سال بھی لگ سکتے ہیں لیکن حکم امتناعی کے مسترد ہو جانے کے بعد مقدمے کا طول کھینچنا مسلمانوں کے لیے انشاء اللہ مضر نہیں ہوگا۔

(ہفت روزہ "لولاک" فیصل آباد، جلد ۱۹، شمارہ ۲۶، نومبر ۱۹۸۲ء)